

نبیلہ عزیز

داستاں ایسی سی

ماورا مرتضیٰ، عافیہ بیگم کی اکلوتی بیٹی ہے۔ فارہ کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتی ہے۔ عافیہ بیگم اس کا اپنی سہیلیوں سے زیادہ ملنا جلنا پسند نہیں کرتیں۔ اس کے علاوہ بھی اس پر بہت ساری پابندیاں لگاتی ہیں جبکہ ماورا خود اعتماد اور اچھی لڑکی ہے۔ عافیہ بیگم اکثر اس سے ناراض رہتی ہیں۔ البتہ بی گل اس کی حمایتی ہیں۔

فارہ اپنی ثمینہ خالہ کے بیٹے آفاق یزدانی سے منسوب ہے۔ دو سال پہلے یہ نسبت آفاق کی پسند سے ٹھہرائی گئی تھی مگر اب وہ فارہ سے قطعی لاتعلق ہے۔ فارہ کی والدہ منزہ رحیم اپنی بہن ثمینہ یزدانی سے ملنے کراچی جاتی ہیں۔ آفاق انہیں ایئر پورٹ لینے نہیں جاتا۔ مجبوراً "ساشا" کو جانا پڑتا ہے۔ وہ آفاق کی بدتہذیبی پر خفا ہو کر واپس چلی جاتی ہیں۔

منزہ، ثمینہ اور نیرہ کے بھائی رضا حیدر کے دو بچے ہیں۔ تیمور حیدر اور عزت حیدر۔ تیمور حیدر بزنس مین ہے اور بے حد شاندار پرسنالٹی کا مالک ہے۔ ولید رحمٰن اس کا بیسٹ فرینڈ ہے۔ اس سے حیثیت میں کم ہے مگر دونوں کے درمیان اسٹیٹس حائل نہیں ہے۔ نیرہ کے بیٹے سے فارہ کی بہن حمنہ بیاہی ہوئی ہے۔

عزت اپنی آنکھوں سے یونیورسٹی میں بم دھماکا ہوتے دیکھ کر اپنے حواس کھو دیتی ہے۔ ولید اسے دیکھ کر اس کی جانب لپکتا ہے اور اسے سنبھال کر تیمور کو فون کرتا ہے۔ تیمور اسے اسپتال لے جاتا ہے۔ عزت کے ساتھ یہ حادثاتی ملاقات ولید کو ایک خوشگوار حصار میں باندھ لیتی ہے۔ عزت بھی ولید کے بارے میں سوچنے لگتی ہے اور ڈھکے چھپے لفظوں میں ولید سے اپنی کیفیت کا اظہار بھی کر دیتی ہے مگر ولید انجان بن جاتا ہے۔

آفاق فون کر کے فارہ سے شادی کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ فارہ بہت روتی ہے۔ ثمینہ اور اشتیاق یزدانی کو علم ہوتا ہے تو انہیں سخت صدمہ ہوتا ہے۔ ثمینہ کی طبیعت بگڑنے لگتی ہے۔



اشتیاق یزدانی، آفاق سے حد درجے خفا ہو کر اس سے بات چیت بند کر دیتے ہیں۔ آفاق مجبور ہو کر شادی پر راضی ہو جاتا ہے۔ فارہ دل سے خوش نہیں ہو پاتی۔ عزت، تیمور کے موبائل سے ولید کا نمبر لے کر اسے فون کرتی ہے مگر ولید اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ رضا حیدر، تیمور کو فارہ کی شادی کے سلسلے میں فیصل آباد بھیجتے ہیں۔ فارہ اپنی تاریخ میں ماورا کو بصد اصرار مدعو کرتی ہے۔ ماورا، عافیہ بیگم کی ناراضی کے باوجود چلی جاتی ہے۔ وہاں تیمور اور ماورا کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ عزت اپنے دل کی کیفیات ساشا سے بیان کر دیتی ہے۔ ماورا بی گل کو بتاتی ہے کہ وہ رضا حیدر کے بیٹے تیمور حیدر سے ملی ہے۔ بی گل دم بخود رہ جاتی ہیں۔

شادی میں تیمور حیدر، ماورا کے قریب آنے کی کافی کوشش کرتا ہے مگر ماورا کا سخت اور کھردرا رویہ ہر بار اسے ناکام کر دیتا۔ تیمور، ماورا سے رضا حیدر کو ملواتا ہے۔ رضا حیدر اسے دیکھ کر چونک جاتے ہیں مگر باوجود کوشش کے وہ سمجھ نہیں پاتے۔ فارہ کی ہی شادی میں عزت کی ملاقات قیام مرزا کے بیٹے مونس مرزا سے ہوتی ہے۔ وہ سخت بیزار ہوتی ہے جبکہ مونس خوب دلچسپی لیتا ہے۔

آفاق آدھی رات کو غائب ہو جاتا ہے۔ فارہ پریشان ہوتی ہے۔ وہ صبح آ کر بتاتا ہے کہ اس کے دوست کے ساتھ کوئی ایمرجنسی ہو گئی تھی۔ اس لیے اس کے آرام کا خیال کرتے ہوئے وہ بغیر بتائے چلا گیا تھا۔ مگر فارہ اس کی بات پہ یقین نہیں کرتی۔ تیمور، فارہ کے ذریعے ماورا کو اپنے آفس میں ایک شاندار پیکج پر جاب کی پیشکش کرتا ہے جسے ماورا کافی حیل حجت کرنے کے بعد قبول کر لیتی ہے۔

—11—

گیارہویں قسط

"مجھے جاب مل گئی ہے۔"

اس نے انتہائی مضبوط اور دو ٹوک لہجے میں کہتے ہوئے اعلان کیا اور اپنے دھیان میں مگن کپڑے تہ کرتے رکھتی عافیہ بیگم کے ہاتھ ٹھٹک کر رک گئے تھے۔

"اچھا۔۔۔ کہاں۔۔۔؟" انہوں نے اپنے دھیان کی طنابیں اس کی طرف موڑ دیں۔ اس نے انہیں جواب دینے سے پہلے اک نظر بی گل کی طرف دیکھا۔ وہ نظریں چرا گئیں کیوں کہ انہیں خدشہ تھا کہ عافیہ کھڑے قد سے گر جائیں گی۔

"کہاں جاب ملی ہے۔۔۔؟" انہوں نے دوبارہ پوچھا۔

"کراچی کی ایک ٹیکسٹائل کمپنی میں۔۔۔" اس نے وہ بم پھوڑ ہی دیا تھا جس سے بی گل کو عافیہ بیگم کے مرجانے کا خدشہ تھا۔

"کیا۔۔۔؟" ان کے منہ سے یہ لفظ بھی بہت ہی مری آواز میں نکلا اور ان کے ہاتھ میں پکڑا اس کا دوپٹہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے فرش پہ جا گرا۔

"جی۔۔۔! مجھے کراچی کی ایک ٹیکسٹائل کمپنی میں جاب مل گئی ہے اور کمپنی کی طرف سے گھر اور گاڑی کی سہولت بھی مہیا کی جائے گی، اس لیے بہت جلد ہمیں کراچی شفٹ کرنا ہو گا۔"

وہ ہنوز اسی لہجے میں بات کر رہی تھی اور عافیہ بیگم کا دماغ چکرا گیا تھا۔ وہ خود کو سنبھال نہیں پائیں۔ انہیں بہت زور کا چکر آیا تھا اور وہ لہرا کے سیدھی فرش پہ آ گری تھیں۔

"ہائے اللہ۔۔۔ میری بچی۔۔۔ میں نے کہا بھی تھا۔۔۔ وہ سنے گی تو مرجائے گی۔" وہ اپنا سینہ پیٹتے ہوئے اٹھ کر عافیہ بیگم کے قریب ہی فرش پہ بیٹھ گئیں۔

"عافیہ۔۔۔ عافیہ۔۔۔ بیٹا آنکھیں کھولو۔۔۔ عافیہ کیا ہو گیا ہے بیٹا۔۔۔؟" بی گل یک دم پریشان ہو کر ان کا چہرہ تھپتھپانے لگیں۔ ماورا نے بی گل کی مدد سے انہیں پلنگ پر لٹایا اور "میں ڈاکٹر کو لے کر آتی ہوں۔" وہ انہیں چھوڑ کر اپنا پرس اٹھانے لگی۔

"رہنے دو۔۔۔ ڈاکٹر کی کوئی ضرورت نہیں ہے، یہ دوا سے ٹھیک نہیں ہو گی، خواہ مخواہ فضول خرچی کرو گی۔" بی گل نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روکا۔

"تو پھر۔۔۔؟ کیسے ٹھیک ہوں گی یہ؟" اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تم خود جانتی ہو۔۔۔" انہوں نے بڑی لاپروائی سے کہا اور ماورا ان کے انداز سے ہی سمجھ گئی کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں۔

"ایم سوری بی گل۔۔۔! میں انہیں کوئی جھوٹی تسلی نہیں دے سکتی۔ آج انہیں جھوٹی تسلی دوں اور کل پھر وہی کام کروں تو آپ بھی جانتی ہیں کہ کل بھی یہی تماشا ہو گا اور کل پھر مجھے میڈیسن لینے جانا ہی پڑے گا۔" ماورا نے انتہائی تیکھے لہجے میں کہتے ہوئے معذرت کی۔ عافیہ بیگم کے دل پہ ہاتھ پڑا تھا۔

"لیکن بیٹا۔۔۔!" بی گل مزید کچھ کہنا چاہتی تھیں۔

"نہیں بی گل۔۔۔ اب نہیں۔۔۔ اب اگر انہوں نے ٹھیک ہونا ہے تو میڈیسن سے ہی ٹھیک ہونا ہے، میری یا آپ کی جھوٹی تسلی سے نہیں۔ کیوں کہ میں جو فیصلہ کر چکی ہوں، وہ کر چکی ہوں اب اس فیصلے سے ہٹنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے میرا۔ چاہے آپ لوگ میرا ساتھ دیں یا نہ دیں۔ اسی ہفتے یہاں سے شفٹ کرنا ہے، آپ لوگ اچھی طرح سوچ لیں۔۔۔ ورنہ میں اکیلی بھی جا سکتی ہوں۔" وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی اور بی گل ایک بار پھر چپ کی چپ رہ گئی تھیں۔

جبکہ عافیہ بیگم نے ان کی طرف سے کروٹ بدل لی تھی، مگر بی گل جانتی تھیں کہ وہ یقیناً "دوسری طرف چہرہ چھپائے رو رہی ہیں۔

"عافیہ۔۔۔! تسلی رکھو بیٹا۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" انہوں نے پھر بھی تسلی دینے کی ہی کوشش کی تھی۔

"تسلی۔۔۔ کیسی تسلی بی گل! وہ تسلی جو اس نے مجھے دی ہی نہیں۔ وہ تسلی جو اس کے پاس ہے ہی نہیں۔۔۔ وہ تسلی جس کا اسے احساس ہی نہیں یا پھر وہ تسلی جو وہ دینا نہیں چاہتی اور آپ زبردستی دلانا چاہتی ہیں۔۔۔ بتائیں بی گل! کیا تسلی رکھوں اور کیسی تسلی رکھوں۔" عافیہ بیگم بی گل کی بات پر تڑپ کر اٹھ بیٹھی تھیں۔

اور بی گل بھی یہی چاہتی تھیں کہ وہ اپنے ڈر، خوف اور اپنی ناگواری کا یونہی تڑپ کر اظہار کریں اور اپنے اندر کا غبار نکال دیں۔ یوں چپ کر کے یا گھٹ گھٹ کے نہ رہیں۔

"تو پھر اور کر بھی کیا سکتے ہیں آخر۔۔۔ تسلی رکھنے کے علاوہ اور کوئی چارا ہے ہی کہاں؟" بی گل انہیں بڑے طریقے سے ذہنی طور پر تیار کر رہی تھیں تاکہ وہ یہ بات جان لیں کہ ماورا اب کسی طور رکنے والی نہیں ہے۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ پہلے ہی ہتھیار ڈال چکی ہیں؟" عافیہ بیگم کو اور زیادہ پتنگے لگ گئے۔

"بعد میں بھی تو ڈالنے ہی ہیں نا۔" بی گل نے بڑے سکون سے وجہ بتائی تھی۔

"مگر میں ایسا نہیں کر سکتی۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔" انہوں نے بہت ہی سختی سے کہتے ہوئے نفی میں گردن ہلائی تھی۔

"تو ٹھیک ہے۔۔۔ اپنی بیٹی کو باغی کر دو۔ اسے اس کے حال پہ چھوڑ دو۔ وہ جہاں جانا چاہتی ہے چلی جائے۔ اور جو

کرنا چاہتی ہے کرلے تمہاری بلا سے۔" وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔
"بی گل۔۔۔! مجھے آپ کے ساتھ کی ضرورت ہے۔" عافیہ بیگم چیخی تھیں۔
"اور اسے ہم دونوں کے ساتھ کی ضرورت ہے عافیہ!" بی گل کا لہجہ بھی بدل چکا تھا۔
"وہاں رضا حیدر بھی ہو گا بی گل۔۔۔؟" عافیہ بیگم نے اپنا رونا رویا۔
"رضا حیدر تو اس دنیا میں بھی ہے تو کیا تم اس دنیا سے بھی بے دخل ہو جاؤ گی؟" بی گل کے جواب اکثر کرارے ہوتے تھے۔
"مجھے سمجھنے کی کوشش کریں پلیز۔۔۔ وہ مجھ سے چھن جائے گی۔۔۔ میں۔۔۔ میں خالی ہاتھ رہ جاؤں گی۔"
عافیہ بیگم بہت چیخی تھیں، بہت کرلائی تھیں، بہت واویلا کیا تھا، مگر ماورا نے کوئی ایک بھی کمزور اور جذباتی سین اپنے احساسات کے قریب نہیں آنے دیا تھا، وہ ان کی طرف سے مکمل طور پہ بے بہرہ ہو چکی تھی اور بی گل کی لاتعلقی کا بھی یہی حال تھا۔ وہ بھی ان کی طرف سے لاپروا ہو گئی تھیں۔ عافیہ بیگم سچ مچ بستر سے لگ گئیں کیوں کہ ماورا نے سچ مچ بغاوت کا اعلان کر دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"کیا اب تک ناراض ہو۔۔۔؟"
آفاق نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے اپنے برابر بیٹھی فارہ سے پوچھا۔ ان دونوں کے بیچ شادی کی پہلی رات سے ہی اک کھنچاؤ اور ناراضی سی چلی آ رہی تھی، جس کو آفاق نے بارہا ختم کرنے کی کوشش کی، مگر نہیں کر سکا تھا۔ کیوں کہ فارہ کوئی رسپانس ہی نہیں دیتی تھی۔
"نہیں۔۔۔! میری آپ سے کوئی ناراضی نہیں ہے۔" اس نے ہنوز لاتعلقی سے جواب دیا۔
"تو پھر کس سے ناراض ہو؟" آفاق نے گردن موڑ کر ذرا کی ذرا اس کی طرف دیکھا، وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔
"شاید اپنے آپ سے۔۔۔" وہ یوں مدھم آواز میں بول رہی تھی جیسے اپنے آپ سے بات کر رہی ہو۔
"اپنے آپ سے کیوں۔۔۔؟" آفاق نے ہاتھ بڑھا کے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا، جس پہ مہندی کے مدھم سے نقش و نگار ابھی بھی موجود تھے۔
"کیوں کہ ہر بار بہل جاتی ہوں، کبھی معافی سے، کبھی تلافی سے۔۔۔" اس نے تمسخرانہ انداز میں کہتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا۔
"تو اس میں ناراضگی والی کیا بات ہے۔ یہ تو تمہاری محبت ہے کہ تم ہر بار بہل جاتی ہو۔۔۔ کیوں کہ محبت تو بہلنے کے بہانے ڈھونڈتی ہے۔" آفاق نے اس کی بات کو اپنے ہی طریقے سے لیا تھا۔
"اور آپ کی محبت۔۔۔ وہ کیا کرتی ہے۔۔۔ یہ بھی سوچا آپ نے۔۔۔؟" فارہ نے طنز کیا۔
"سوچتا ہوں۔۔۔ اکثر سوچتا ہوں۔ میری محبت بھی تمہاری محبت سے کم نہیں ہے۔ غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی کبھی معافی اور کبھی تلافی کرتی ہے، کبھی دوسروں کے سامنے اور کبھی تمہارے سامنے بے وجہ ہی شرمندہ کرتی رہتی ہے۔" آفاق آہستگی سے کہتے ہوئے ہنسا اور پھر سر جھٹک دیا۔
"بے وجہ۔۔۔ یہ سب بے وجہ ہے؟" فارہ غصے سے متوجہ ہوئی۔
"ہاں۔۔۔ بے وجہ ہی تو ہے۔۔۔ اس میں میری کوئی دانستہ غلطی تو نہیں تھی۔۔۔ مجھے اپنے دوست کی وجہ سے اچانک

جانا پڑ گیا تھا۔" آفاق نے پھر وہی بہانہ سامنے رکھا۔
"کس دوست کی وجہ سے آپ کو اچانک جانا پڑ گیا تھا۔ کیا مجھے اس دوست سے ملوا سکتے ہیں آپ۔۔۔؟" فارہ نے اس کی طرف رخ موڑتے ہوئے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔
"یعنی تمہیں مجھ پہ یقین نہیں ہے۔۔۔؟"
"آپ نے بے یقینی ہی اتنا کر دیا ہے کہ اب یقین کرنا بھی چاہوں تو دل نہیں مانتا۔" فارہ کا لہجہ تلخ ہو گیا تھا اور آفاق نے بے ساختہ گاڑی کو بریک لگایا۔
"فارہ پلیز۔۔۔! کیوں اتنی چھوٹی سی بات پہ اتنی ٹینشن لے رہی ہو۔۔۔؟ پلیز بات مانو۔۔۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔"
آفاق نے اس کا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی سمت موڑا۔
"یہ اتنی چھوٹی سی بات نہیں ہے آفاق۔۔۔! میں کیسے یقین کر لوں کہ شادی کی رات آپ کے کسی دوست نے آپ کو بلایا اور آپ اٹھ کر چلے گئے۔۔۔ آپ کے موبائل پہ آپ کے دوست کی کال آئی، موبائل بجا، آپ نے بات کی اور مجھے پتا ہی نہ چلا۔۔۔ حالانکہ سوئے ہوئے زیادہ دیر تو نہیں گزری تھی؟" فارہ نے بہت سے نکتے اٹھا ڈالے تھے جن کا جواب آفاق کے پاس واقعی نہیں تھا۔
"بتائیں آفاق۔۔۔؟ مجھے آپ کے دوست کی کال کا پتا کیوں نہیں چلا۔۔۔ اور اگر میں یہ مان بھی لوں کہ میں گہری نیند سو رہی تھی اور مجھے پتا نہیں چلا تو اس بات کا آپ کیا جواز پیش کریں گے کہ آپ کا موبائل گھر پہ کیوں تھا۔۔۔؟ اگر آپ کا دوست پریشانی میں تھا، مشکل میں تھا، پولیس کیس تھا تو پھر آپ کو اپنا موبائل اپنے ساتھ لے کر جانا چاہیے تھا۔ آپ کو موبائل کی کسی بھی وقت ضرورت پڑ سکتی تھی۔ پھر بھی آپ موبائل لے کر نہیں گئے۔۔۔ کیوں آفاق۔۔۔؟" فارہ اب اونچی آواز میں چیخ اٹھی تھی۔
"میں جلدی میں تھا فارہ۔۔۔ مجھے موبائل لے جانا یاد ہی نہیں رہا۔" آفاق اسے بار بار سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔
"جھوٹ مت بولیں آفاق۔۔۔ آپ اگر جلدی میں تھے تو اپنے موبائل سے اپنے دوست کی کال کا ریکارڈ ڈیلیٹ کرنا کیسے یاد رہا آپ کو۔۔۔؟" اس نے ایک اور پوائنٹ نکالا۔
"ریکارڈ ڈیلیٹ کرنا۔۔۔؟" آفاق کو اچنبھا ہوا۔
"ہاں ریکارڈ ڈیلیٹ کرنا۔۔۔ آپ کے دوست کی جو کال آئی تھی۔ وہ آپ کے کال لاگ میں ہونی چاہیے تھی نا۔۔۔؟ اور اگر آپ نے ڈیلیٹ نہیں کی تو ظاہری بات ہے کہ کال آئی ہی نہیں تھی، آپ جہاں بھی گئے تھے اپنی مرضی سے گئے تھے اور مجھ کو بتائے بغیر مجھ سے چوری گئے تھے۔"
اس نے آخر میں بات ہی ختم کر ڈالی تھی اور آفاق چپ کا چپ رہ گیا تھا۔ اندر سے پریشان بھی ہوا تھا کہ فارہ نے کہاں تک سوچ لیا تھا۔
"دیکھو فارہ۔۔۔ پلیز۔۔۔ فی الحال کوئی بھی ٹینشن مت لو۔۔۔ میں اس وقت تمہیں صرف اس لیے اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں تاکہ تمہارا الجھا ہوا ذہن کچھ فریش ہو سکے، لیکن یوں گھر سے باہر آ کر بھی اگر تم یہی سب کچھ سوچتی رہو گی تو تمہارا ذہن فریش ہونے کے بجائے مزید الجھتا جائے گا۔۔۔ سو۔۔۔ پلیز۔۔۔ پلیز بس کرو اب۔۔۔"
آفاق نے پھر اسے بہلایا تھا اور فارہ نے سر جھٹک دیا۔
"اوکے۔۔۔! میں کچھ نہیں کہتی اور کوئی ٹینشن نہیں لیتی، لیکن پلیز آپ بھی اس ٹاپک پہ کوئی بات مت کریں۔" اس نے آفاق کو مزید صفائی دینے سے روکا تھا۔

"او کے... نہیں کروں گا، لیکن تم پلیز اپنا موڈ تو ٹھیک کرو..." آفاق نے کہتے ہوئے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کی تھی۔

"میرا موڈ ٹھیک ہے۔ آپ گھر چلیں۔" اس کے موڈ میں بے زاری اور کوفت تھی۔

"گھر...؟ لیکن میں تو کھانا کھانا چاہ رہا تھا۔" آفاق کو اچنبھا ہوا۔

"گھر جا کر کھا لیجیے گا۔"

"فارو...!"

"پلیز آفاق! مجھے گھر جانا ہے۔" اس نے سرد مہری سے کہا۔

☼ ☼ ☼

"عزت...!" وہ اپنی دھن میں مگن کہیں جا رہی تھی جب تیمور نے اسے آواز دے کر روکا۔

"جی بھائی...!" وہ اس کی طرف پلٹی۔ تیمور لان میں بیٹھا چائے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"آؤ بیٹھو...!" اس نے اپنے مقابل... کرسی کی سمت اشارہ کیا تھا اور مجبوراً عزت اپنا کہیں جانے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے آ کر اس کے مقابل بیٹھ گئی۔

"بڑے فارغ نظر آ رہے ہیں آج کل... خیریت...؟" عزت نے اسے ہمیشہ مصروف ہی دیکھا تھا، لیکن پچھلے کچھ عرصہ سے وہ اکثر فارغ نظر آنے لگا تھا جس کو اپنی لاپروائی کے باوجود عزت نے بھی نوٹ کیا تھا اور کہہ بھی دیا تھا۔

"بس... کیا کروں... کام کرنے کو دل ہی نہیں چاہتا۔" وہ چائے کا کپ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے مسکرایا اور اس کی اس ذو معنی سی مسکراہٹ پہ عزت کے ذہن میں بھی ایسی ہی ذو معنی سی گھنٹی بج اٹھی تھی۔

"اچھا...! تو پھر کیا کرنے کو دل چاہتا ہے...؟"

"محبت کرنے کو دل چاہتا ہے۔" وہ دل ہی دل میں کہہ کے رہ گیا۔

"بتائیں نا... کیا کرنے کو دل چاہتا ہے...؟" وہ اصرار کرنے لگی۔

"تم سے لڑائی کرنے کو دل چاہتا ہے۔" کچھ نہ سوجھا تو اس نے یہ کہہ دیا اور عزت اس کا جواب سن کر پہلے حیران ہوئی، پھر مسکرائی اور پھر اسی بات کو سوچتے ہوئے یک دم کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"اوہ...! تو مجھ سے لڑائی کرنے کو دل چاہتا ہے آپ کا۔" وہ کافی کھل کر ہنستے ہوئے بولی تھی۔

"ہاں...!" وہ بڑی معصومیت سے سر ہلا رہا تھا۔

"مگر کس بات پہ...؟" اب وہ بھی دلچسپی کی انتہا پہ تھی۔

"بس ایویں... بلاوجہ..." تیمور نے کندھے اچکائے۔

"اوں ہوں...! بلاوجہ کی لڑائی بھی کوئی لڑائی ہوتی ہے بھلا...؟ لڑنے کا بھی مزا نہیں آتا۔ ہاں اگر آپ کا سچ مچ لڑنے کو دل چاہ رہا ہے تو ابھی کوئی وجہ کری ایٹ کر لیتے ہیں کوئی برا سا ٹاپک رکھ لیتے ہیں۔" وہ بھی میدان میں اتر چکی تھی اور تیمور اس کے انداز پہ مسکرا اٹھا تھا۔

"برا سا کیوں...؟ اچھا سا کیوں نہیں...؟"

"اچھے ٹاپک پہ لڑائی نہیں ہوتی۔" عزت نے جواز سمجھایا۔

"ہوں... یہ بات بھی درست ہے۔" اس نے اتفاق کیا۔

"او کے...! تو پھر جلدی شروع کریں... پھر مجھے کہیں جانا بھی ہے۔" عزت نے اسے لڑنے کے لیے اکسایا۔

"جانا کہاں ہے...؟"

"شاپنگ پہ..." وہ لاپروائی سے بولی۔

"ارے...! یہ تو اور بھی اچھی بات ہے... میں بھی تم سے شاپنگ کے لیے ہی کہنے والا تھا۔"

"کیا مطلب...؟ شاپنگ کے لیے کہنے والے تھے؟" عزت نا سمجھی سے پوچھ رہی تھی۔

"وہ دراصل آج ولید کی چھوٹی سسٹر کا برتھ ڈے ہے، کبھی کبھار اس سے ملاقات ہو جاتی ہے... وہ بھی مجھے بھائی ہی کہتی ہے۔ اس لیے سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ آج میں بھی اس کی خوشی میں شریک ہو جاؤں اور اسے سرپرائز دوں۔" تیمور نے اسے اک نئی بات بتا کر چونکا دیا تھا۔

"ولید کی چھوٹی سسٹر کا برتھ ڈے...!" اس کی سوچ اب کہیں سے کہیں جا پہنچی تھی۔

"کیا خیال ہے... میرے ساتھ چلو گی شاپنگ پہ...؟" اب تیمور نے اسے چونکانے کے بعد متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

"دراصل مجھے لڑکیوں کی شاپنگ کا کچھ سینس نہیں ہے نا اس لیے... وہ تو ہے بھی کافی چھوٹی... اس لیے سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا لوں اور کیا نہ لوں...؟"

"آپ ان کے گھر جائیں گے...؟" اس نے اصل نکتہ اٹھایا۔

"آف کورس...! اسے سرپرائز دینا ہے تو اس کے گھر ہی جانا پڑے گا نا...؟" وہ لاپروائی سے بولا۔

"کیا میں بھی جا سکتی ہوں ان کے گھر...؟" عزت نے جھجکتے ہوئے سوال پوچھا۔

"ارے ڈیٹس گریٹ یار...! مزا آئے گا... تم ضرور چلو... اس طرح آنٹی بھی خوش ہوں گی۔" تیمور کو اس کا ارادہ اچھا لگا تھا۔ فوراً "ہاں" میں ہاں ملائی۔

"تو پھر میں بھی اس کے لیے گفٹ لے لوں...؟"

"ارے...! بالکل... ضرور لو... گفٹ لینے اور دینے سے تو محبت اور بھی بڑھتی ہے۔ اچھا لگے گا۔ وہ خوش ہو جائے گی... ولید بھی۔"

"او کے...! تو پھر ٹھیک ہے... چلتے ہیں۔" عزت فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"مجھے چائے تو ختم کر لینے دو..." تیمور نے اسے روکا۔

"اب ریسٹورنٹ سے پی لیجیے گا... چلیے... اٹھیے..." اس نے تیمور کے پاس آتے ہوئے تیمور کا بازو پکڑ کر اسے کھینچتے ہوئے اٹھانے کی کوشش کی۔

"اچھا بابا... چلتا ہوں... ایک منٹ ٹھہرو تو سہی..." تیمور ہنستے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ کا تو شاید لڑنے کو دل چاہ رہا تھا۔" گاڑی روڈ پہ آتے ہی عزت نے شرارت سے اسے چھیڑا تھا۔

"لڑنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ بلکہ تمہارے ساتھ مل کر موج مستی کرنے کو دل چاہ رہا تھا۔" تیمور مسکراتے ہوئے بولا اور جواباً عزت بھی ہنس پڑی کیوں کہ ایسی موج مستی پہ تو اس کا دل بھی خوش ہو گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"یار...! یہ ان میں کیسی ہوا بھر رہے ہو تم...؟ پھولتے جا رہے ہیں... پھولتے جا رہے ہیں... پھٹ ہی نہیں

رہے۔۔۔؟" ولید نے غباروں میں ہوا بھرتے وحید کو حیرات اور تعجب سے دیکھا۔

"یہ میرے منہ سے لگ کر امر ہوتے جارہے ہیں۔" وحید نے غبارے کو گرہ لگاتے ہوئے فخریہ سے انداز میں کہا۔

"ہاہاہا۔۔۔! منہ نہ ہوا۔۔۔ آب حیات ہوگیا۔" ککو کمرے سے نکلتے ہوئے قہقہہ لگا کر ہنسی تھی۔

"ہاں۔۔۔! تو ہے نا آب حیات۔۔۔ یقین نہیں آتا تو ان غباروں کو دیکھ لو۔" وحید نے اپنے آس پاس بکھرے بے حد پھولے ہوئے غباروں کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ تمہارے منہ کا کمال نہیں ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ بھائی غبارے ہی اچھی کوالٹی کے لائے تھے۔" ککو نے وحید کا منہ چڑایا۔ وحید تلملا کر رہ گیا۔

"ککو کی بچی۔۔۔! میں نے تمہاری خاطر اپنی قیمتی سانسیں خرچ کر کے ان میں ہوا بھر بھر کے پورا صحن بھر دیا ہے اور تمہیں پھر بھی یہی فخر خوش کر رہا ہے کہ بھائی غبارے اچھی کوالٹی کے لائے ہیں۔" وحید بھی دانت کچکچانے لگا تھا۔

"ویسے کام تو تمہیں بہت اچھا ملا ہے۔۔۔ ہوا بھرنے کا۔" ککو نے مذاق اُڑایا۔ وحید اسے پکڑنے کے لیے لپکا' لیکن ہاتھ میں پکڑا غبارہ چھوٹ گیا تھا اور اس کی ہوا نکل گئی تھی اور ساتھ ہی پاؤں کے نیچے آجانے کی وجہ سے دو غبارے بھی پھٹ گئے تھے۔

"لو۔۔۔ ہوگئے امر۔۔۔" ککو بے ساختہ ہنسی۔

"لو۔۔۔ یہ رہی اچھی کوالٹی۔۔۔" وحید نے بھی تمسخرانہ انداز میں پاؤں پٹخا ان دونوں کی نوک جھونک پہ دیوار کے ساتھ کرسی رکھ کے کرسی پہ کھڑے ہو کر دیوار اور چھت کے ساتھ غبارے لگاتے ولید کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"ارے بیٹا۔۔۔! تم تو ایسے تیاری کر رہے ہو جیسے ہمارے گھر بہت سے مہمان آنے والے ہوں۔" زبیدہ بیگم نے استہزائیہ لہجے میں کہتے ہوئے ان تینوں کے اتنے جوش و خروش اور اتنی تیاری پہ چوٹ کی۔

"اور وہ بھی ولید بھائی کی سسرال سے۔۔۔" وحید نے اب بڑے بھائی کو نشانے پہ رکھا۔

"سانسیں تو تمہاری خشک ہو رہی ہیں ہوا بھر بھر کے۔۔۔؟" ولید نے بھی مذاق اڑایا۔

"میں نے تو صرف ہوا بھری ہے' مگر آپ تو غباروں کے ساتھ غبارہ ہی ہوگئے ہیں' دیوار سے لٹک گئے ہیں۔" وحید بھی آخر اسی کا بھائی تھا۔ سیر کو سوا سیر ثابت ہونے والا۔۔۔!

"جب تمہاری سسرال سے کوئی آیا تو تم چھت سے لٹکو گے۔۔۔ آثار تو ہمیں پہلے ہی نظر آرہے ہیں۔" ولید نے اس کے پٹر پٹر بولنے پہ طنز کیا تھا' لیکن اس سے پہلے کہ جواباً" وحید بھی مزید گل افشانی کرتا اتنے میں باہر دروازے پہ ہلکی سی دستک ہوئی۔ وہ چاروں ہی چونک گئے۔

"لیں جی۔۔۔ آگئے آپ کی سسرال والے۔۔۔" وحید نے مسکراتے ہوئے شرارت سے اشارہ کیا۔

"بکواس نہیں کرو۔۔۔ جاؤ دیکھو باہر کون ہے۔" ولید نے اسے گھورا اور وحید پھر بھی مسکرانے سے باز نہیں آیا تھا۔

"اٹس اوکے۔۔۔! آپ دیوار سے ٹنگے رہیں۔۔۔ میں دیکھ لیتا ہوں۔" وہ کہہ کر آگے بڑھ گیا تھا اور ولید اس کی شرارت پہ مسکراتے ہوئے پلٹ کر دوبارہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہوگیا۔

لیکن اُدھر بڑے ہی بے نیاز انداز میں دروازہ کھولنے والا وحید اپنے سامنے کھڑے تیمور حیدر اور ایک لڑکی کو

دیکھ کر سچ مچ گڑبڑا گیا تھا۔

"ہیلو۔۔۔! کیسے ہو۔۔۔؟" تیمور نے ہی اسے متوجہ کیا۔

"السلام علیکم۔۔۔!" "ج۔۔۔ جی۔۔۔ ٹھیک ہوں۔۔۔ آ۔۔۔ آپ۔۔۔ آئیں نا۔۔۔ اندر آجائیں۔۔۔" وہ اس کے متوجہ کرنے پہ چونکا اور ہکلا گیا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔! ولید ہے گھر پہ۔۔۔؟" تیمور ولید کی غیر موجودگی میں نہیں آنا چاہتا تھا۔

"جی۔۔۔! گھر پہ ہی ہیں۔۔۔ آپ آجائیں پلیز۔۔۔" وحید کہتے ہوئے سامنے سے ہٹ گیا اور تیمور عزت کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

"وحید۔۔۔! کہاں چلے گئے ہو۔۔۔ کون ہے باہر۔۔۔؟" ولید اپنے کام میں مصروف ابھی تک غبارے لٹکا رہا تھا۔

"آپ کے دوست۔۔۔" وحید کی دھیمی سی آواز سنائی دی تھی۔

"کون۔۔۔ تیمور۔۔۔؟" ولید نے چونک کر پیچھے مڑ کے دیکھا اور پھر جہاں کا تہاں کھڑا رہ گیا۔ تیمور تو تیمور۔۔۔ تیمور کے ساتھ کھڑی عزت حیدر بھی بڑی دلچسپی اور بڑے مزے سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ماشاء اللہ۔۔۔ ماشاء اللہ۔۔۔ بہت اچھے لگ رہے ہو۔" تیمور اسے ذرا ستائشی انداز میں سراہتے ہوئے آگے بڑھ آیا۔

"تھینک یو۔۔۔!" ولید خود پہ ہونے والے اس اچانک حملے کے بعد بڑی مشکل سے اپنے آپ کو کمپوز کرتا کرسی سے نیچے اتر آیا۔

"السلام علیکم آنٹی۔۔۔!" تیمور اب اسے چھوڑ کر زبیدہ بیگم کی طرف متوجہ ہوا۔ اور زبیدہ بیگم آگے بڑھ کے کافی خوش دلی سے اس سے ملی۔

"السلام علیکم۔۔۔!" عزت نے بھی کافی مدھم آواز میں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام بیٹا! آؤ بیٹھو۔۔۔" انہوں نے اس کے ماتھے پہ پیار کرنے کے بعد کرسی کی طرف اشارہ کیا جبکہ عزت ان کے اتنے محبت بھرے انداز پہ مسرور سی ہوگئی۔ اور ولید ان دونوں کا یہ محبت بھرا سین دیکھ کر نظریں چرا گیا۔

"یہ ککو کے لیے۔۔۔ ککو ادھر آؤ۔۔۔" تیمور نے ایک طرف کھڑی ککو کو خود ہی مخاطب کیا۔ وہ عزت کی وجہ سے جھجکتی ہوئی اس کے قریب آئی۔

"کیسی ہو۔۔۔؟" تیمور نے اس کا رخسار تھپکتے ہوئے بہت پیار اور نرمی سے پوچھا۔

"جی۔۔۔ ٹھیک ہوں۔" اس نے اپنا چہرہ بے حد جھکا رکھا تھا۔

"ٹھیک ہو تو پھر چہرہ اوپر کرو۔۔۔ اور ادھر میری طرف دیکھو۔" تیمور نے اسے اپنی طرف دیکھنے پہ اکسایا۔

"جی۔۔۔" اس نے بمشکل چہرہ اوپر کرنے کی ہمت کی تھی اور تیمور اس کے انداز پہ یکدم قہقہہ لگا کر ہنسا اس کے ہنسنے پہ باقی سب بھی مسکرا دیے۔

"گڈ۔۔۔! نائس بے بی۔۔۔" تیمور نے پیار سے کہتے ہوئے اسے گفٹ تھمایا۔ "ہیپی برتھ ڈے۔۔۔" ساتھ ہی اسے وش بھی کیا۔

"تھینک یو بھائی۔۔۔" وہ گفٹ دیکھ کر خوش ہوئی تھی زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ تیمور نے اسے یاد رکھا تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے۔۔۔" عزت نے بھی آگے بڑھ کے اسے اپنی طرف سے ایک گفٹ تھمایا تو ککو پھر جھجک گئی تھی۔

"ارے۔۔۔ لے لو بیٹا۔۔۔ یہ بھی تمہاری سسٹر ہی ہے۔" تیمور نے اسے اکسایا۔
"سسٹر۔۔۔؟" ککو نے اسے پہچانا نہیں۔
"ہاں گڑیا۔۔۔! یہ میری سسٹر ہے تو پھر تمہاری بھی تو سسٹر ہوئی نا۔۔۔؟"
"یہ آپ کی سسٹر ہیں۔۔۔؟" ککو نے یک دم بڑے شوق اور بڑے اشتیاق کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔
"تو بیٹا۔۔۔ آپ کے خیال میں۔۔۔ میں اپنی کسی گرل فرینڈ کو ساتھ لیے پھر رہا ہوں۔۔۔؟" تیمور مسکرایا اور ککو اس کی بات پہ پہلے زور سے ہنسی پھر شرمندہ ہو کے رہ گئی تھی۔
"آئیم سوری بھائی۔۔۔!" اس نے معذرت کی۔
"اٹس اوکے۔۔۔! میں آپ کے بھائی جیسا کمینہ نہیں ہوں۔" تیمور نے آخری جملہ ذرا دبے لفظوں میں کہا تھا۔ لیکن قریب کھڑی عزت اور ولید نے با آسانی سن لیا تھا' عزت کے کان کھڑے ہوگئے۔ تیمور نے اس پہ یہ چوٹ کیوں کی کیا اس کی کوئی گرل فرینڈ بھی ہے۔۔۔؟
عزت نے وہیں کھڑے کھڑے اندازے لگانے شروع کردیے۔
"کیا بات ہے آج بڑی مستی سوجھ رہی ہے تمہیں۔۔۔؟" ولید اس کے چہرے کی اور اس کے لہجے کی خوشی فوراً ہی بھانپ گیا۔
"ہاں یار۔۔۔! مجھے خود بھی یہی محسوس ہو رہا ہے۔" تیمور مسکرایا۔
"وجہ۔۔۔؟" وہ عزت اور ککو کے وہاں سے ہٹتے ہی استفسار پہ اتر آیا تھا۔
"سنگدلوں کی عدالت میں میری درخواست منظوری پا گئی ہے۔" تیمور کے مبہم سے جواب پہ وہ بے ساختہ چونکا۔

"مطلب۔۔۔؟" ولید کو حیرانی ہوئی۔
"مطلب وہی ہے جو تم سمجھ چکے ہو۔" تیمور نے کندھے اچکائے۔
"یعنی قبولیت پا گئے ہو۔۔۔؟" ولید چہکا۔
"بس اللہ کا احسان ہے۔" تیمور عاجزی سے بولا۔
"تو پھر کب۔۔۔؟" اس نے اس کے آنے کے بارے میں پوچھا۔
"بہت جلد۔۔۔!" وہ دونوں گفتگو اس انداز میں کر رہے تھے کہ کوئی اور سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔
"واہ جی واہ۔۔۔! پھر تو تم مبارک باد کے حق دار ہوئے۔۔۔"
"خیر مبارک۔۔۔" تیمور بھی آج بڑے موڈ میں۔
"بھائی! لائٹ چلی جائے گی' ککو سے کہیں کیک جلدی کاٹ لے' پھر سب کچھ دھرے کا دھرا رہ جائے گا۔" وحید نے ولید کے ادھورے چھوڑے ہوئے کام کو مکمل کرتے ہوئے دہائی دی تھی۔
"ارے ہاں بیٹا۔۔۔! یہ تو صحیح کہہ رہا ہے۔۔۔ چلو بیٹھو تم لوگ۔۔۔ ککو! تم میرے ساتھ آؤ کچن میں۔۔۔" زبیدہ بیگم ولید اور تیمور کو بیٹھنے کا اشارہ کرتیں' ککو کو ساتھ لیے کچن میں چلی گئی تھیں۔
"آپ بھی بیٹھیں نا۔۔۔" وحید عزت کے لیے کرسی کھینچ لایا۔
"تھینک یو۔۔۔! لیکن میں وہاں بیٹھنا چاہتی ہوں۔" عزت نے صحن میں بچھی چارپائی کی طرف اشارہ کیا۔
"چارپائی پہ۔۔۔؟" وحید جھجکا۔
"ہاں۔۔۔! ان فیکٹ میں کبھی چارپائی پہ بیٹھی نہیں نا اس لیے۔۔۔" عزت کے لہجے میں اشتیاق تھا۔

"اوکے۔۔۔! ادھر بیٹھ جائیے۔۔۔" وحید کندھے اچکاتے ہوئے صحن میں آگیا اور اس کے پیچھے عزت بھی برآمدے سے صحن میں آگئی۔
"پلیز۔۔۔!" وحید نے اشارہ کیا۔
"تھینکس۔۔۔!" وہ مسکراتے ہوئے بیٹھ گئی۔
"ویلکم میم۔۔۔!" جواباً وہ بڑے موذب سے انداز میں بولا۔
"میم۔۔۔؟" وہ ٹھٹکی۔
"جی۔۔۔! تو اور کیا کہوں۔۔۔ مجھے تو آپ کا نام ہی نہیں پتا۔۔۔ اور ویسے بھی آپ مجھ سے بڑی ہیں۔"
"اوہ ہاں۔۔۔! میرا نام عزت حیدر ہے۔۔۔ تم مجھے عزت بھی کہہ سکتے ہو۔" وہ لاپروائی سے بولی۔
"عزت نائس نیم۔۔۔ بٹ میں آپ کو عزت نہیں کہہ سکتا۔۔۔ ہاں اگر آپ اجازت دیں تو عزت آپی ٹھیک رہے گا۔" ان دونوں کی اپنی ہی گپ شپ شروع ہو چکی تھی۔
"اوکے۔۔۔ اجازت ہے۔۔۔ کہہ سکتے ہو۔" وہ مسکرائی۔
"تھینک یو۔۔۔!" وحید خوش ہوا۔
"پڑھتے ہو۔۔۔؟" ان کی بے تکلفی کا دور شروع ہو چکا تھا۔ ولید تیمور سے باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ کن انکھیوں سے انہیں بھی دیکھ رہا تھا جو وقتاً "فوقتاً" کسی نہ کسی بات پہ مسکرا رہے تھے۔

☼ ☼ ☼

عزت تیمور کے ساتھ گاڑی سے اُتر کر ابھی اندر آئی ہی تھی کہ اس کا سیل فون بجنا شروع ہو گیا تھا۔ اس نے سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے جونہی سیل فون نکال کر دیکھا' حیران رہ گئی تھی۔ ولید کال کر رہا تھا۔
"ہیلو۔۔۔!" کال بند ہونے ہی والی تھی کہ اس نے کال ریسیو کرلی۔
"السلام علیکم۔۔۔!" دوسری طرف سے ولید کی ٹھہری ہوئی سی آواز سنائی دی۔
"وعلیکم السلام۔۔۔! آپ کون۔۔۔؟" وہ جان بوجھ کر انجان بنی۔
"میں ولید۔۔۔ ولید رحمان بات کر رہا ہوں۔" اس کی آواز کا ٹھہراؤ ہنوز تھا۔
"کون ولید رحمان۔۔۔؟" وہ بڑے سکون سے کہتی سیڑھیاں طے کر کے اوپر اپنے بیڈ روم میں آگئی اور بیڈ روم میں داخل ہوتے ہی اپنا پرس بیڈ پہ اچھال دیا۔
"تیمور کا دوست۔۔۔" اس کے پاس بھی وہی پرانا حوالہ تھا۔
"اوہ اچھا۔۔۔! وہ ولید۔۔۔؟" وہ جیسے کچھ یاد آنے پہ بولی تھی۔

"جی۔۔۔! وہی ولید۔۔۔" وہ بھی اسی کے سے انداز میں زور دے کر بولا تھا۔
"اوکے۔۔۔! کہیے۔۔۔ کیسے یاد کیا آپ نے۔۔۔؟" وہ بات کرتے کرتے خود بھی بہت مزے سے بیڈ پہ لیٹ گئی۔
"آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے۔"
"کس بات کا۔۔۔؟" وہ ناسمجھی سے بولی۔
"میرے گھر آنے کے لیے اور ککو کے لیے گفٹ لانے کے لیے۔۔۔" ولید کو ان دونوں بہن بھائی کا اتنی اپنائیت اور اتنے خلوص سے آنا اور ان کی اس چھوٹی سی خوشی میں شریک ہونا بہت اچھا لگا تھا۔ زبیدہ بیگم وحید اور ککو کو بھی ان دونوں کی آمد پہ بہت خوش ہوئی تھی۔

"لیکن اس بات کے لیے آپ کو شکریہ ادا نہیں کرنا چاہیے۔ کیوں کہ ہم آپ کے لیے نہیں آئے تھے۔ ہم تو ککو کے لیے آئے تھے اور ککو کو شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ ہمارے لیے ہماری سسٹر ہی ہے۔" عزت نے بڑی لاپروائی سے کہتے ہوئے ولید کو لاجواب کردیا تھا۔

"آپ لوگ ایسا سوچتے ہیں میں تو اس کے لیے بھی آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا۔"

"ہم لوگ تو ایسا سوچتے ہی ہیں۔ آپ بتائیں آپ کیا سوچتے ہیں؟" عزت کی پرانی رگ پھڑکی۔

"کیا مطلب؟" وہ سمجھ نہ سکا۔

"یہی کہ کیا آپ بھی تیمور بھائی کی سسٹر کو اپنی سسٹر سمجھتے ہیں؟" اس نے ولید کو کرنٹ لگادیا تھا۔

"لاحول ولا...!" وہ دل ہی دل میں پڑھنے پہ مجبور ہوگیا تھا۔

"کیا ہوا بتایا نہیں آپ نے...؟" وہ اس سے اگلوانا چاہتی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر۔ کافی ٹائم ہوچکا ہے۔ میں فون بند کرتا ہوں۔" وہ صاف ٹال گیا تھا اور عزت شرارت سے اپنا ہونٹ دباتے ہوئے مسکرائی تھی۔

"اوکے...! سمجھتے رہیں... لیکن تیمور حیدر کی بہن آپ کو اپنا بھائی ہرگز نہیں سمجھتی کیوں کہ وہ ککو جیسی اچھی بچی نہیں ہے۔" عزت نے بڑی لاپروائی سے کہہ کر فون بند کردیا۔

لیکن چند سیکنڈز کے توقف کے بعد کچھ سوچتے ہوئے اس نے پھر سیل فون اٹھایا اور اس کا نمبر ڈائل کیا۔

"ہیلو...!" ولید آج کچھ نارمل ہی پیش آرہا تھا۔

"میں نے آپ کو بتانا تھا کہ بہرحال جو کچھ بھی تھا مجھے آپ لوگوں کے گھر آنا، ککو، وحید اور آنٹی سے ملنا، آپ کی کارکردگی دیکھنا اور چارپائی پہ بیٹھنا بہت اچھا لگا۔ آپ کے گھر میں گزری ہوئی آج کی شام میرے لیے ہمیشہ ایک خاص اور یادگار شام رہے گی۔" عزت نے خاصے کھلے دل سے اظہار کیا تھا۔ ولید کو یہ سب سن کر اندر سے حقیقتاً بہت خوشی محسوس ہوئی تھی۔

"تھینکس اگین...!"

"ویلکم...!" عزت نے بڑے نرم سے انداز میں مسکراتے ہوئے فون بند کردیا تھا۔

☼ ☼ ☼

آج صبح سے ہی کراچی کا موسم قدرے ابر آلود ہورہا تھا۔

اور اس ابر آلود موسم کا اثر تمام شہریوں کے مزاج پہ بہت اچھا ثابت ہوا تھا۔

اکثر دفاتر میں لوگ کام چھوڑ کر کھڑکیوں اور دروازوں سے باہر جھانک کر موسم سے لطف اندوز ہونے کے خواہش مند نظر آرہے تھے، لیکن افسوس کہ پورا دن بارش نہیں برسی تھی، لیکن جیسے ہی شام کا وقت ہوا بارش کی رانگنی بھی شروع ہوگئی تھی۔

تیمور کا ارادہ فارہ کی طرف جانے کا تھا لیکن پھر ان لوگوں کی انجوائے منٹ کا خیال کرکے اس نے اپنا ارادہ بدلا اور سیدھا گھر آگیا اور پورچ سے بھیگتے ہوئے اور بچتے بچاتے ہوئے وہ تقریباً بھاگتا ہوا اندر آیا تھا۔

"ارے سنبھل کے بیٹا سنبھل کے... کہیں پاؤں نہ پھسل جائے۔" کاریڈور سے باہر نکلتی رابعہ بیگم نے اسے بھاگنے سے روکا۔

"گڈ ایوننگ ماما۔۔۔!" وہ انہیں دیکھ کر ٹھہرا۔
"جیتے رہو۔۔۔ خوش رہو۔"
"کہاں جا رہی ہیں آپ۔۔۔؟" تیمور نے بالوں سے بارش کا پانی جھاڑتے ہوئے پوچھا۔
"عزت کی گاڑی دیکھ رہی تھی۔ وہ ابھی تک یونیورسٹی سے واپس نہیں آئی اور دیکھو شام ہو رہی ہے۔" وہ قدرے پریشانی سے بولی تھیں۔
"ارے ڈونٹ وری ماما۔۔۔! آجائے گی وہ۔۔۔ یقیناً" ساشا وغیرہ کے ساتھ ہوگی۔۔۔ آپ اندر چلیے۔" تیمور نے ان کے کندھے کے گرد بازو لپیٹتے ہوئے ان کا رخ دوبارہ کاریڈور کی سمت موڑ لیا تھا۔
"لیکن بیٹا۔۔۔! یہ بھی تو دیکھو نا کہ موسم کتنا خراب ہو رہا ہے؟" ان کی پریشانی ہنوز تھی۔
"پلیز ماما۔۔۔! آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں جیسے وہ کوئی چھوٹی سی بچی ہے یا پہلی دفعہ گھر سے باہر نکلی ہے؟" تیمور نے خفگی سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی اور ان کے ساتھ چلتے چلتے ڈرائنگ روم میں آگیا۔
"اسے جب بھی گھر آنے میں دیر ہوتی ہے مجھے اسی طرح پریشانی ہونے لگتی ہے تم بھی تو جانتے ہو کہ کیسی سرپھری سی لڑکی ہے وہ نجانے کب کیا کر بیٹھے۔ بس اسی وجہ سے ڈر لگا رہتا ہے مجھے۔"
"یہ لیں جناب۔۔۔ میں آگئی گھر۔۔۔ اب تو نہیں لگے گا نا آپ کو ڈر۔۔۔؟" عزت بھی بارش میں بھیگتی ہوئی اسی وقت اندر آئی تھی اور رابعہ بیگم کی آواز سن کر ڈرائنگ روم میں ہی آگئی تھی۔
"لیں۔۔۔ اب مطمئن ہو جائیں۔" تیمور عزت کی طرف پلٹتے ہوئے مسکرایا۔
"تو نہ ہوں؟ آخر ماں ہیں میری۔۔۔" عزت تیمور سے کہتی ہوئی رابعہ بیگم سے لپٹ گئی۔ اور اس کے یہ لاڈ پیار کبھی کبھار ہی ہوتے تھے۔
"تو میں کون سا کہہ رہا ہوں کہ دشمن ہیں؟" تیمور ہنسا تھا۔
"ارے واہ۔۔۔! یہاں تو بڑے جذباتی سین چل رہے ہیں؟" رضا حیدر بھی ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے ٹھٹک گئے تھے۔
"لیں جناب۔۔۔! میرے ابا جی بھی آگئے۔" عزت خاصے دیسی انداز میں چہکی اور وہ سب ہنسنے پہ مجبور ہو گئے تھے۔
"کہاں گئے تھے آپ۔۔۔ قیام بھائی کا فون آرہا تھا' انہوں نے ہمیں اپنے گھر دعوت پہ بلایا ہے' کہہ رہے تھے کہ ہم لوگ ان کے گھر نہیں گئے۔" رابعہ بیگم کے منہ سے قیام مرزا اور ان کے گھر دعوت کا ذکر سن کر عزت کا منہ کڑوا ہو گیا تھا۔
"ہاں۔۔۔! مجھے بھی کال آئی تھی اس کی۔۔۔" رضا حیدر نے بھی اثبات میں سر ہلایا تھا۔
"میں ذرا چینج کر لوں۔" عزت لاتعلقی سے کہتی اٹھ گئی تھی۔ اسے مونس مرزا کی وجہ سے اس کے والدین سے بھی چڑ ہو گئی تھی۔
"اوکے بابا۔۔۔! میں بھی چلتا ہوں۔۔۔ مجھے بھی چینج کرنا ہے۔" وہ بھی کہتے ہوئے باہر نکل آیا تھا۔
لیکن بیڈ روم میں پہنچ کر کپڑے چینج کرنے کے بعد جیسے ہی اس نے اپنے بیڈ روم کی کھڑکی کھولی' اس کے موڈ کا خوش گوار پرندہ سیدھا ماورا مرتضیٰ کی یاد کی منڈیر پہ جا بیٹھا تھا اور بڑی ترنگ سے چہچہانے لگا تھا۔
موسم کی خوش گواریت اس کے دل پہ اثر انداز ہو رہی تھی اور اس کا دل سیل فون کی طرف ہمک رہا تھا۔۔۔ مگر افسوس کہ ادھر سے کال ہی ریسیو نہیں ہوئی تھی' وہ کتنی ہی بار کال کرتا رہا۔۔۔ مگر بے سود۔۔۔!

✲ ✲ ✲

وہ اپنے کمرے میں اپنے بستر پہ بے حد گہری نیند سو رہی تھی۔
جب ایک پانی کا قطرہ اس کے چہرے پر گرا تھا اور وہ گہری نیند سے کسمسائی تھی۔
پھر چند سیکنڈ کے توقف سے ایک اور قطرہ ٹپکا اور اگلے چند سیکنڈز میں ایک اور اور پھر یونہی اس کے کسمسانے اور ادھر ادھر سر مارنے کے بعد بھی یہ سلسلہ نہ رکا تو اس نے یک دم آنکھیں کھول دی تھیں اور پھر اپنے سوئے ہوئے دماغ کو حاضر کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟ اور اس کے چہرے پہ یہ پانی کے قطرے کہاں سے ٹپک رہے ہیں؟
اور جیسے ہی اس نے نائٹ بلب کی روشنی میں ادھر ادھر دیکھنے کی کوشش کی' اس کا دھیان کمرے کی چھت کی طرف چلا گیا۔
مسلسل ٹپکنے والے پانی کے یہ قطرے کہیں اور سے نہیں بلکہ چھت سے ٹپک رہے تھے۔
یعنی باہر بارش ہو رہی تھی اور اس کے کمرے کی چھت ٹپکنا شروع ہو گئی تھی اور یہ اس کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی' ایسا تو پہلے بھی کئی دفعہ ہو چکا تھا۔
"اف۔۔۔! یہ ایک نئی مصیبت ہے۔" وہ کمبل پیچھے ہٹا کر جھنجلاہٹ کے مارے بڑبڑاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔
اس کا تکیہ اور کمبل کا کچھ حصہ بھی بھیگ چکا تھا۔ لیکن جب اس نے لائٹ آن کی تو وہ چیخ کے رہ گئی تھی۔
"اوہ مائی گاڈ۔۔۔! یہ کیا ہو گیا۔۔۔؟" کمرے کے ایک کونے میں انتہائی سلیقے سے سیٹ کیا گیا کمپیوٹر سسٹم پانی کے چھینٹوں سے شرابور نظر آرہا تھا۔
"ماورا۔۔۔! ماورا۔۔۔ دروازہ کھولو۔۔۔ کیا ہوا ہے؟" عافیہ بیگم اپنی ساری خفگی اور ناراضی کہیں چھوڑ کر اپنے کمرے سے بھاگی چلی آئی تھیں۔
اور اس کے کمرے کا دروازہ زور زور سے پیٹ ڈالا تھا۔
"دیکھ لیں کیا ہوا ہے؟" اس نے آگے بڑھ کے دروازہ کھول دیا تھا اور عافیہ بیگم کمرے کا حشر دیکھ کر دروازے کے بیچوں بیچ کھڑی رہ گئیں اس کا بستر اور کمپیوٹر پانی سے بھیگ رہا تھا اور فرش پہ بھی کہیں کہیں پانی کے چھینٹے سے نظر آرہے تھے۔
یوں لگ رہا تھا جیسے اس کمرے کی ساری چھت ہی چھلنی ہو گئی ہو' جگہ جگہ سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔
"ارے کیا ہو گیا ہے؟ کیا اودھم مچا رکھا ہے تم ماں بیٹی نے۔۔۔؟" بی گل بھی بے چاری نیند سے اٹھ کر گرتی پڑتی آگئی تھیں۔
"جی۔۔۔ آجائیں۔۔۔ آپ بھی دیکھ لیں۔۔۔ یہ ہے ہماری اوقات اور یہ ہے ہمارا فیوچر۔۔۔" ماورا طنزیہ کہتی ہوئی انہیں بھی اندر لے آئی' بی گل چپ ہو کے رہ گئی تھیں۔
"ہونہہ۔۔۔! رات دو بجے کا ٹائم ہے۔ لوگ اس اندھا دھند بارش میں آرام سے اپنے بستروں میں سو رہے ہیں اور ہم بے وقوفوں کی طرح کھڑے حسرت سے اپنے بستروں کو دیکھ رہے ہیں۔ واہ کیا کمال کی سچویشن ہے؟" ماورا اندر ہی اندر تلملاتی ہوئی بڑبڑا رہی تھی اور اس کی بڑبڑاہٹ سے دل ہی دل میں پریشان ہوتی عافیہ بیگم آگے بڑھ کے اس کا کمپیوٹر وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ پہ رکھنے لگیں۔ اور ماورا دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کے رہ گئی۔

”آپ کیوں کھڑی ہیں بی گل! آپ بھی ان کی ہیلپ کیجیے۔ اتنا کام پڑا ہے آخر۔۔؟“ ماورا جل کے بات کر رہی تھی۔ اس کا خون کھول رہا تھا۔ کیوں کہ اسے پتا تھا کہ اس کی ماں رات کے اس پہر اتنی کوفت اٹھانے کے بعد بھی اف نہیں کرے گی۔

”اللہ کا نام لو میرا بچہ۔۔! باہر اتنی بارش ہو رہی ہے‘ اتنا طوفان مچا ہوا ہے۔ ایسے موسم میں غصہ نہیں کرتے‘ بلکہ نرم پڑ جاتے ہیں۔“ بی گل نے اسے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

”بی گل۔۔! میں کیسے نرم پڑ جاؤں۔۔؟ میں اس وقت گہری نیند سے اٹھی ہوں۔ صرف اس چھت ٹپکنے کی وجہ سے اور آپ کہہ رہی ہیں کہ نرم پڑ جاؤں؟“ ماورا جھنجلائی تھی۔

”تو یہ غصہ کس پہ کر رہی ہو۔۔؟ اپنے خدا پہ۔۔ جس کی وجہ سے یہ بارش ہو رہی ہے۔۔ یا پھر اپنی ماں پہ۔۔ جس کی وجہ سے تمہارے سر پہ ایسی کمزور سی چھت ہے۔۔؟“

بی گل کو ہمیشہ اس پہ پیار ہی آتا تھا‘ لیکن اس وقت اس کا بے وجہ غصہ دیکھ کر انہیں بھی غصہ آگیا تھا۔

”یعنی مجھے اب غصہ بھی نہیں کرنا چاہیے۔۔؟“ وہ گہری سانس کھینچتے ہوئے بی گل کا چہرہ دیکھنے لگی۔

”ہاں۔۔! نہیں کرنا چاہیے۔ رحمت اور زحمت سب اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ اس میں کسی انسان کا کیا قصور ہے بھلا۔۔؟“ بی گل نے اب ذرا تحمل سے بات کرنے کی کوشش کی تھی۔

”او کے۔۔! نہیں کرتی غصہ۔۔ لیکن یہ بتائیں کہ کیا ہم ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے۔۔؟ کیا ہمیں یہیں مرنا اور یہیں جینا ہے؟ کیا ہمیں اپنی قسمت اور اپنے حالات بدلنے کے لیے ہاتھ پاؤں نہیں مارنے چاہئیں؟“ وہ بھی اب کی بار کافی ضبط سے کام لیتے ہوئے بولی تھی۔

”ہاتھ پاؤں مارو۔۔ ضرور مارو۔۔ لیکن یہ کون سا وقت ہے چیخنے چلانے کا۔۔؟“ بی گل اور ماورا ہی ایک دوسرے سے الجھ رہی تھیں جبکہ عافیہ بیگم اس کا بستر اور کمپیوٹر وغیرہ اٹھانے اور سمیٹنے میں مصروف تھیں۔

”میں بھی تو اسی لیے کہہ رہی ہوں کہ یہ کون سا وقت ہے کہ ہم سب کے سب چھت ٹپکنے کا تماشا دیکھنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ہمیں بھی اس وقت آرام۔۔“

”بس کرو ماورا۔۔ پلیز بس کرو۔۔ کس پہ چلا رہی ہو۔۔ کس لیے چلا رہی ہو۔۔ مجھ پہ نا۔۔ کیوں کہ میری وجہ سے تمہیں یہ سب برداشت کرنا پڑ رہا ہے‘ یہ بارش کا پانی۔۔ چھوٹا کمرا۔۔ یہ کوفت‘ یہ بے زاری۔۔ سب میری وجہ سے ہے نا۔ ورنہ تمہاری قسمت تو تمہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیتی۔۔ لیکن مجھ پہ چیخنے چلانے سے پہلے کبھی ایک بار یہ بھی تو سوچو کہ وہ لوگ بھی تو ہیں جن کے پاس یہ چھت بھی نہیں ہے۔ جو اتنی سی چھت کو بھی ترستے ہیں‘ جو کھلے آسمان تلے سوتے ہیں۔ تم تو صرف چھت ٹپکنے پہ چلا رہی ہو اور تمہاری برداشت سے باہر ہو رہا ہے‘ ان لوگوں کو دیکھو جن کے اوپر چھت ہی آگرتی ہے اور پانچ پانچ۔۔ چھ۔۔ چھ۔۔ افراد جاں بحق ہو جاتے ہیں۔۔ لیکن پھر بھی تمہاری طرح کوئی ناشکری نہیں کرتا ہوگا اور نہ ہی اس طرح چلاتا ہوگا کیوں کہ انہیں اپنے ماں باپ سے یا اپنے خدا سے اختلاف نہیں ہوتا جبکہ تمہیں ہے اور وہ بھی صرف میری وجہ سے۔۔ لیکن فکر مت کرو۔ یہ سب آخری بار ہوا ہے۔ آئندہ نہیں ہوگا۔ تم کراچی جانا چاہتی ہو تو جاؤ۔ اپنی قسمت بنانا چاہتی ہو تو بناؤ۔ میں رکاوٹ نہیں بنوں گی۔ میں تمہارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں۔“

عافیہ بیگم یک دم جب زور زور سے بولنے پہ آئیں تو بولتی ہی چلی گئیں اور پھر سب کچھ وہیں چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔ اور وہ دونوں جوں کی توں اپنی جگہ پہ کھڑی رہ گئیں۔

بارش کے شور کے علاوہ ہر طرف سناٹا چھا گیا تھا اور بجلی بھی چلی گئی تھی جس کی وجہ سے ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آنے لگا تھا اور یوں وہ رات آنکھوں میں کٹ گئی تھی۔

لیکن اس رات کی صبح بہت نرالی تھی۔ وہ کام با آسانی ہو گئے تھے جن کے لیے ماورا کو بہت سے پاپڑ بیلنے پڑتے‘ مگر وہ سارے کام اس ایک رات میں ہو گئے تھے۔

عافیہ بیگم نے اپنی بیس سالہ جاب سے استعفیٰ دے دیا تھا اور اپنا سامان باندھنا شروع کر دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

”میں کل کراچی آرہی ہوں۔“ ماورا کا لہجہ بہت سپاٹ سا محسوس ہو رہا تھا‘ لیکن اس کے منہ سے نکلنے والے اتنے سے جملے سے ہی بے پناہ خوش ہونے والے تیمور حیدر کو اس کے سپاٹ لہجے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا۔

”او کے۔۔! میں ریسیو کرنے کے لیے آجاؤں گا۔“

”نہیں۔۔ آپ نہیں۔۔ فارہ آئے گی۔ میں اسے کہہ دوں گی۔“ اس نے منع کر دیا تھا۔

”لیکن اس میں کیا پرابلم ہے بھلا۔۔؟“ تیمور کو برا لگا تھا۔

”پرابلم ہے یا نہیں۔۔ بس فارہ آئے گی۔ آپ فلیٹ کی چابی اسے دے دیں اور میں پرسوں آفس جوائن کر لوں گی۔ میں جس کام کے لیے آرہی ہوں وہ جلدی اسٹارٹ کرنا چاہتی ہوں۔“ ماورا کا انداز اور الفاظ دونوں ہی بہت دو ٹوک سے ہو رہے تھے۔

”او کے۔۔! میں بھی یہی چاہتا ہوں۔“ تیمور نے متبسم لہجے میں کہہ کر فون بند کر دیا تھا اور چند سیکنڈ یونہی ایک خوش گوار ست کے زیر اثر رہنے کے بعد فارہ کا نمبر ڈائل کر کے یہ خوش خبری اسے بھی سنا دی تھی۔

فارہ نے آج سے ہی آنے والے کل کے لیے تیاری شروع کر دی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)